ڈاکٹر سید غیاث الدین ندوی

امام فراہیؒ کی تفسیر سورۂ اخلاص

چند دیگر تفاسیر و تراجم کے تقابل میں

تفسیر سورۂ اخلاص امام حمید الدین فراہیؒ کی دستیاب تفاسیر میں واحد اردو تفسیر ہے جو امام علیہ الرحمہ نے اردو زبان ہی میں املا کرائی تھی۔ یہ تفسیر ایک مختصر رسالہ کی صورت میں طبع ہوئی اور مجموعہ تفاسیر میں بھی اسے شامل کر کے شائع کیا گیا ہے۔ رسالہ کے مرتب نے "ضروری گزارش" کے زیر عنوان اس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

"استاذ امام مولانا فراہی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب (تفسیر سورۂ اخلاص) غالباً قیام کراچی کے زمانے میں کسی دوست کی فرمائش اور اصرار پر اردو زبان میں لکھوانی شروع کی تھی، لیکن کسی وجہ سے مکمل نہ ہو سکی اور ہمیشہ کے لیے ناتمام رہ گئی۔ ناچار جس شکل میں اس کا مسودہ ملا اسی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔"

"آپ دیکھیں گے کہ اس میں جا بجا بعض مباحث بہت ہی مجمل ہیں کہیں کہیں صرف اشارات پر اکتفا کیا گیا ہے اور دو ایک مقام تو ایسے بھی ہیں جہاں بیاض بالکل سادہ ہے۔ یہ کتاب دراصل "یادداشت تصنیف" کی صورت میں ہے۔ اس لیے اس کے سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے سرسری نظر کے بجائے غور و تعمق کی نگاہ کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ ناظرین اس کے مطالعہ کے وقت اس "ضروری گزارش" کا خاص طور پر خیال رکھیں گے۔"

اس حیثیت سے اس تفسیر کا مطالعہ نہایت اہم بھی ہے اور ضروری بھی۔ اس ناچیز نے اس سلسلہ میں ایک ادنیٰ سی کوشش کی ہے۔

تفسیر کے دیباچہ سے قبل قرآن حکیم کی ایک آیت کریمہ کا ترجمان الفاظ میں تحریر ہے:

"کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے ؟ کیا ان لوگوں کے دلوں پر قفل پڑے ہیں؟" (سورہ محمد، آیت ۲۴ ۔ ذکر منافقین)

اس کے بعد "بنام خدائے ہمہ مہرو مہربا ۱" سے شروع ایک دیباچہ ہے جس میں پانچ اہم نکات بیان کیے گئے ہیں۔

ان نکات کے بعد ایک صفحہ پر "ھو اللہ" درج ہے اور ساتھ ہی فارسی کا یہ شعر بھی:

مذہب عشق از ہمہ ملت جدا ست
عاشقاں را مذہب و ملت خدا ست

اس کے بعد سورۂ اخلاص کا ترجمہ ہے پھر محبت، اخلاص، تکمیل علم کے لیے معرفت اور حجت کی ضرورت، فائدہ معرفت، فوائد حجت، قرآن حجت و حکمت کی طرف رہبری کرتا ہے، ضرورت اخلاص، ضرورت سورۂ اخلاص کے ذیلی عناوین کے تحت "مضمون سورہ علی سبیل الاجمال" بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد امام فراہیؒ نے مضمون الفاظ سورہ بیان فرمایا ہے، جس کو ہم آئندہ سطور میں بالاختصار نقل کریں گے اور ساتھ ہی ترجمہ و تفسیر فراہیؒ کا چند دیگر تراجم و تفاسیر سے تقابل کریں گے۔ اس کے لیے ہم نے زیادہ تر اردو تراجم و تفاسیر کو اختیار کیا ہے لیکن حسب ضرورت عربی، فارسی و ہندی تراجم و تفاسیر سے بھی استفادہ کیا ہے۔

ترجمہ فراہی: ———— کہہ کہ وہ اللہ بے ہمہ ہے، اللہ باہمہ ہے، نہ وہ باپ ہے، نہ وہ بیٹا، نہ کوئی اس کی برابری کا ہے۔ (ادارہ الحسنات رام پور سے شائع شدہ ترجمہ میں "اللہ" کی جگہ لفظ "خدا" ہے۔

رسالۂ تفسیر میں ترجمہ کے فوراً بعد مختصر تشریح اس طرح ہے:

۱۔ وہ یعنی جس کی ہم بندگی کرتے ہیں، (بے ہمہ) سب سے نرالا، اکیلا۔
۲۔ (باہمہ) سب کا مقصود، سب کا ملجا۔

۳۔ اللہ کا مفہوم باپ کے مفہوم سے برتر اور محبوب تر ہے۔
۴۔ بیٹا ہونا زبردستی کے بغیر نہیں۔ اور خدائی مفہوم کے بالکل خلاف ہے۔
۵۔ برابری: ذات، برادری (سے پاک ہے، کہ کوئی اس کے جوڑ کا نہیں، سب مخلوق وہ خالق، سب محتاج وہ تونگر، سب اس کے آگے سربسجود، اور وہ تنہا معبود، سب باطل اور وہی تنہا حق۔)

فارسی ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہؒ: بگو خدا یگانہ است، خدا بے نیاز ست، نہ زاد، نہ زادہ شد، و نیست ہیچکس او را ہمسر۔

اردو ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادرؒ: تو کہہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ نرادھار ہے، نہ کسی کو جنا اور نہ کسی سے جنا، اور نہیں اس کی جوڑ کا کوئی[1]

ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدینؒ: کہہ (اے محمدؐ!) وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے، نہیں جنا اس نے اور نہ جنا گیا۔ نہیں ہے واسطے اس کے برابری کرنے والا کوئی۔

ترجمہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ: اے رسول! تو کہہ کہ بات یہ ہے کہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے۔ اس نے نہ کسی کو جنا اور نہ کسی سے وہ جنا گیا نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔

ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ: تو کہہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے، نہ کسی کو جنا نہ کسی سے جنا اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی۔

ترجمہ ڈپٹی نذیر احمدؒ: (اے پیغمبر! یہ لوگ تم سے خدا کا حال پوچھتے

---

[1] یہی ترجمہ مولوی سید امیر علیؒ نے اپنی تفسیر مواہب الرحمٰن میں نقل کیا ہے۔

ہیں تو تم ان سے) کہو کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

ترجمہ مولانا عبدالحق حقانیؒ : اے نبیؐ! کہہ کہ وہ اللہ یگانہ ہے۔ اللہ بے نیاز ہے، نہ کوئی اس سے پیدا ہوا نہ وہ کسی سے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔

ترجمہ مولانا اشرف علی تھانویؒ : آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجیے کہ وہ یعنی اللہ (اپنے کمال ذات وصفات میں) ایک ہے، اللہ (ایسا) بے نیاز ہے (کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں) اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔

ترجمہ مولانا فتح محمد خاں جالندھری : کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ ہے، ایک ہے، (وہ) معبود برحق بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

ترجمہ مولانا ابو محمد مصلحؒ : تم کہو وہ اللہ واحد ہے، اللہ بے نیاز ہے، اس کے کوئی اولاد نہیں، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اس کی برابری کا کوئی نہیں۔

ترجمہ مولانا احمد رضا خاںؒ : تم فرما، وہ اللہ ہے وہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

ترجمہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ : کہو وہ اللہ ہے یکتا، اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس کے کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد، اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

ترجمہ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ : آپ کہہ دیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کے کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحیؒ : کہہ کہ وہ اللہ سب سے الگ ہے، اللہ سب کے ساتھ ہے، نہ وہ کسی کا باپ اور نہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی اس کا کفو۔

ترجمہ مولانا وحید الدین خاں : کہو وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کے کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد، اور کوئی اس کے برابر کا نہیں۔

ہندی ترجمہ خواجہ حسن نظامیؒ :

(ऐ पैगम्बर !) कहदो कि वह (हमारा पूज्य ऐसा पवित्र है जिसे हम) अल्लाह (के नाम से पुकारते हैं) एक (और केवल एक) है (और हमारा) अल्लाह बेपर्वाह है । उसकी कोई सन्तान नही और न ही वह किसी की सन्तान है । और कोई उसके समान नही ।

ترجمہ مولانا محمد فاروق خاں:

कहो वह अल्लाह है यकता अल्लाह सबसे निरपेक्ष है
और सब उसके मोहताज हैं । न उसकी कोई सन्तान
है और न वह किसी की सन्तान है । कोई उसके
समकक्ष नही ।

ترجمہ نند کمار اوستھی:

(ऐ पैग़म्बर !) कहो कि अल्लाह एक (अद्वितीय) है
अल्लाह ही सब का आधार है । उसका कोई आधार
नही । न कोई उससे जन्मा और न वह किसी से
जन्मा । और न कोई उसकी समता का है ।

مندرجہ بالا تراجم میں "اَحد" کا ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے "یگانہ" فرمایا ہے۔ جس میں "یکتائی" اور "بے ہمتائی" کے معانی پنہاں ہیں[1] مولانا عبدالحق حقانیؒ نے اپنے اردو ترجمہ میں یہی لفظ اختیار کیا ہے۔ امام فراہیؒ نے "بے ہمہ" اور مولانا مودودیؒ نے "یکتا" ترجمہ فرمایا ہے۔ مولانا ابو محمد مصلحؒ نے "واحد" اور باقی تمام بزرگوں نے "ایک" ترجمہ کیا ہے۔ ہندی تراجم میں مولانا فاروق نے مولانا مودودیؒ کا لفظ اختیار کیا ہے۔ خواجہ حسن نظامیؒ نے "ایک" اور کیول ایک" لکھا ہے، جب کہ نند کمار اوستھی نے بین القوسین میں "ایک" کی وضاحت "ادتیہ" سے کی ہے جس کے معنی ہیں لاثانی۔ مولوی سید امیر علیؒ نے مواہب الرحمٰن میں شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ نقل کیا ہے اور تفسیر میں رقم طراز ہیں: "بعضے لوگوں نے مجوس وغیرہ کے شرک سے نجات

---

[1] ملاحظہ ہو، فرہنگ آصفیہ (۳: ۲۴۲۵) مولوی سید احمد دہلوی، ترقی اردو بیورو نئی دہلی، دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۶ء۔

پائی لیکن وہ سمجھے کہ اس کے یہ معنی کہ وہ ایک ہے یعنی دو تین نہیں بلکہ گنتی میں ایک ہے یہ بھی غلطی ہے کیونکہ گنتی سے مخلوق گنی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اسی نے گنتی کو پیدا کیا اوسکو نہیں گنتی گن سکتی ہے۔"

مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں: "احد اور واحد ترجمہ تو دونوں کا ایک ہی کیا جاتا ہے مگر مفہوم کے اعتبار سے لفظ احد کے معنی میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ ترکیب اور تجزیہ اور تعدد سے اور کسی چیز کی مشابہت اور مشاکلت سے پاک ہے۔ یعنی وہ کسی ایک یا متعدد مادوں سے نہیں بنا، اس میں تعدّد کا کوئی امکان ہے اور نہ کسی کے مشابہ ہے۔"

مولانا عبدالحق حقانیؒ تحریر فرماتے ہیں: "الغرض وصف احدیت اسی کا حصہ ہے اس لیے لفظ احد آیا جس کے معنی ہیں یکتا نہ واحد، جس کے معنی ہیں ایک۔ احد اور واحد میں فرق ہے جمہور کے نزدیک۔ ازہری فرماتے ہیں کہ احدیت کے ساتھ بجز حق سبحانہ کے اور کوئی متصف نہیں ہو سکتا، رجل احد، درہم احد نہیں کہتے بلکہ رجل واحد، درہم واحد کہتے ہیں اور واحد، احد میں داخل ہے نہ احد واحد میں، اس لیے کہ ایک اور یکتا میں فرق ہے۔ اور کوئی یوں کہے کہ ایک شخص اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو سمجھا جائے گا کہ او رکر سکتے ہیں برخلاف احد کے اور اسی طرح عربی میں کہیں گے لایقاومہ اَحد اس کے معنی یہ ہوں گے کہ کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا اور اسی لئے واحد اثبات کے موقع میں اور احد نفی کے موقع میں مستعمل ہوتا ہے اور یہ بھی ہے کہ واحد کے اوپر اثنین ہے احد پر نہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ احد وہ ذات ہے من حیث ھی ھی جس میں کسی کثرت کا لحاظ ہے نہ قلت کا، نہ کسی شرط کے وجود کا نہ عدم کا۔ یہی حقیقت محضہ جو منبع ہے جمیع صفات اور جمیع شئون کا۔"

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں: "یکتا اور یگانہ ہونا اللہ کی خاص صفت ہے، موجودات میں سے کوئی دوسرا اس صفت سے متصف نہیں۔"

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ تحریر فرماتے ہیں: "ذات، صفات سب کے لحاظ سے واحد و یکتا، نہ عدد میں دو نہ اس کا مثل و نمونہ ــــ وہی اپنی ذات میں بے نظیر و بے ہمتا ہے۔"

مولانا امین احسن اصلاحی مدظلہٗ نے "سب سے الگ" ترجمہ کیا ہے جس کو بہرحال "بے ہمہ"

کی صحیح ترجمانی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تفسیر میں لکھتے ہیں: "اہل لغت نے واحد اور احد میں یہ فرق کیا ہے کہ احد وہ ہے جس کی ذات میں کوئی شریک نہ ہو اور واحد وہ جس کی صفات میں اس کا کوئی شریک نہ ہو۔ غالباً اسی وجہ سے لفظ "احد" اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لیے صفت کے طور پر نہیں آیا اس سے یکتائی اور بے ہمگی من کل الوجوہ سمجھی جاتی ہے۔"

امام فراہیؒ "شرح احد" کے ضمن میں فرماتے ہیں: "بے ہمہ ہے" کوئی نہیں تھا تب بھی وہ تھا اور اب بھی ویسے ہی ہے، کلمہ "احد" جس کا ترجمہ "بے ہمہ" کیا گیا ہے عربی زبان میں صرف ذاتِ پاک کی صفت میں مستعمل ہوتا ہے۔ اس سے یکتائی اور بے ہمتائی من کل الوجوہ سمجھی جاتی ہے۔ تمام رشتہ سے پاکی اور برتری اس کا مضمون ہے۔ اس کلمہ کو سرسری نظر سے دیکھنا غلطی ہے۔ بہ نظر تدبّر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ وہ قدیم ہے اور باقی سب مخلوق ہیں کیونکہ سب سے پہلے جو آپ ہی آپ تھا وہ ہمیشہ سے تھا۔ اس لیے ظاہر ہے کہ جو کبھی نیست تھا وہ خود تو ہرگز ہست ہو نہیں سکتا۔ اس لیے دو بات ماننی ضرور ہوگی۔ ایک یہ کہ وہ ہمیشہ سے ہے، اور دوسری یہ کہ اس کے سوا جو ہیں وہ سب اس کی مخلوق ہیں۔ "بے ہمگی" کے یہ دونوں ضروری نتیجے ہیں جن کا انکار کرنا خلافِ عقل ہے۔ پس یہ کہنا کہ وہ "بے ہمہ" ہے یہ کہنا ہوا کہ وہ قدیم لم یزل اور خالق کُل ہے۔"

"الصمد" کا ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے "بے نیاز" کیا ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، حضرت شیخ الہندؒ، ڈپٹی نذیر احمدؒ، مولانا حقانیؒ، مولانا تھانویؒ، مولانا ابو محمد مصلحؒ، مولانا احمد رضا خانؒ، مولانا فتح محمد جالندھریؒ، مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ اور مولانا وحید الدین خاں صاحب نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ مولانا مودودی نے "سب سے بے نیاز" ترجمہ کیا ہے۔ مولانا تھانویؒ نے بین القوسین (کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں) تحریر فرمایا ہے۔ شاہ رفیع الدینؒ نے "بے احتیاج" اور شاہ عبدالقادرؒ نے "نرادھار" ترجمہ فرمایا ہے، اور موضح القرآن میں یہ تفصیل درج فرمائی ہے: "خدائے تعالیٰ بے پرواہ ہے سب سے اور پناہ دینے والا ہے عاجزی کرنے والوں کو، اور نہ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے اور سب کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور ہمیشہ سے جیسا ہے ویسا ہی رہے گا، جو چاہے سو کرتا ہے

اور کسو سے کسو کام میں مصلحت نہیں کرتا جو اسے کیونکر کرے اور کسو کی سمجھ میں نہیں آتا جو وہ کیسا ہے۔" جب کہ ترجمہ کے مختصر حاشیہ میں صرف "یعنی کھاتا پیتا" نہیں درج ہے۔ مولانا عبدالرشید نعمانی نے لغات القرآن (۴/ ۳۸) میں حاشیہ پر شاہ صاحبؒ کے حوالے سے یہی معنی نقل کیے ہیں۔

راقم کی نظر میں محض نہ کھانے پینے کی صفت کے لیے "نرادھار" کا لفظ موزوں معلوم نہیں ہوتا۔ اس کی جگہ "نراہار" زیادہ موزوں ہے۔ البتہ اگر "نرادھار" کو اس کے وسیع مفہوم میں لیا جائے تو یہ "احد" کا بہترین ترجمہ ہے اور "صمد" کے "سروادھار" بہتر ہوگا یعنی وہ سب کا آدھار ہے۔ گویا "نرادھار" "بے ہمہ" ہے اور "سروادھار" "باہمہ"۔

ہندی تراجم میں خواجہ حسن نظامیؒ نے "بے پرواہ" مولانا فاروق خاں نے "نرپیکچھ" ترجمہ کیا ہے، اور اودھمی نے "اللہ سب کا آدھار ہے اس کا کوئی آدھار نہیں" کے الفاظ میں ترجمانی کی ہے۔

امام فراہی نے "الصمد" کا ترجمہ "باہمہ" فرمایا ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے اسی کی اردو ترجمانی "سب کے ساتھ" کے لفظوں میں کی ہے۔ امام فراہیؒ "شرح الصمد" کے ضمن میں فرماتے ہیں:

> "بعضے وہ معنی جو بے ہمہ میں جھلکتے تھے اور اس سے بتدبر سمجھے جاتے تھے اسے باہمہ نے روشن کر دیا۔ محض اس کی 'بے ہمگی' اور بے نیازی کو خیال کر کے بعضے لوگوں نے تنگ فہمی کی وجہ سے اس کی بے شمار نعمتوں پر بھی کچھ توجہ نہ کی اور اسے ایک بے پروا گوشہ نشین علت العلل سمجھ لیا۔ پس ان کی غلطی دور کرنے کے لیے اس کی "باہمگی" کی تصریح کی حاجت ہوئی۔ خود بے شک بے نیاز ہے مگر سب کی دستگیری اور خبر گیری کرتا ہے، نصرت اور مدد اور تسلی کا اعلیٰ قبلہ کوئی اس کے سوا ہو ہی نہیں سکتا، تمام قوت اور تمام احسان کا سرچشمہ ہونے کے ساتھ جب مانگو عطا کرتا ہے، مانگنے کی خواہش بھی وہی بخشتا ہے یعنی بلوا کر بخشش کرتا ہے، بلکہ بن مانگے دیتا ہے۔ لیکن اگر کوئی قبول نہ کرے تو یہ کام اس کے دائرۂ عمل سے باہر ہے۔ بندگی تو تم ہی کرو گے تمھاری طرف سے وہ بندگی

نہیں کر سکتا، اور تعجب آتا ہے کہ کیونکر نصاریٰ مانتے ہیں کہ اس نے خود اپنے
تئیں ہمارا کفّارہ کر دیا۔ اگر یہ ممکن ہوتا تو ہماری طرف سے نیکی کر دیتا، بلکہ اپنی
بے انتہا نیکیوں کو ہمارا کفّارہ بنا دیتا۔"

آگے چل کر "لغوی معنی الصمد" کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"کلمہ صمد جس کا ترجمہ "باہمہ" کیا گیا اصل وضع میں بڑی چٹان کو
کہتے ہیں اور چونکہ دشمنوں کے حملے کے وقت اس کی پناہ پکڑتے ہیں، اس لیے
سردار کو جو قوم کی پشت پناہ ہو اور سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں "صمد"
کہنے لگے۔ زبور اور دیگر کتب مقدسہ میں خدائے تعالیٰ کو اکثر 'چٹان'، 'مدد کی
چٹان' کہا گیا ہے۔"

پھر "بلاغتِ ترکیب صفت احد و صمد" کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"احد (بے ہمہ) اور صمد (باہمہ) دو ثبوتی صفتیں ہیں اور بظاہر
متقابل ہیں، مگر خدائے پاک کی تمام صفتیں ایک ہی ذات کے مختلف مظاہر
ہیں۔ ایک پر غور کرو تو دوسری سب اس میں شامل ہو جاتی ہیں، مختلف صفات
سے اس کو مرکّب سمجھنا غلطی ہے، پس جو کچھ تقابل ہے وہ بنظر ظاہر ہے۔"

"احد اور صمد دو صفتوں کے ساتھ ساتھ ذکر کرنے سے ظاہر طور
پر ان شبہوں کو دور کر دیا جو راہِ مستقیم سے اِدھر اُدھر ہٹا سکتے تھے، اور ان بظاہر
متقابل صفتوں کو مثل دو آئینہ متقابل کر کے معرفت الٰہی کا جلوۂ کامل دکھلا دیا۔
درحقیقت چونکہ وہاں دوئی کا شائبہ نہیں اس لیے ان دونوں صفتوں کو ایک ساتھ
تصوّر کرنا اور دونوں کے اثر سے جو حالت معتدل بین الخوف والرجا پیدا ہوتی
ہے اس پر ثابت رہنا نہایت مشکل کام ہے۔ صفات باری میں تقابل کو جمع کرنا
اس لیے مشکل ہے کہ اس کی ہر صفت غیر متناہی ہے اور اسی وجہ سے مجوسی کی
عقل اس کی متحمل نہ ہوئی اور دو خدا مان لیے اور ہنود نے بلا ضرورت تین
فرض کر لیے، زندگی بخشنے والا، زندہ رکھنے والا، زندگی لینے والا۔ مگر جب

دوئی آئی کمال جاتا رہا، کمال کے ساتھ بقا بھی رخصت ہوئی۔ پس ایک
خیال خام کو خدا بنا لیا، جس کا کچھ وجود نہیں۔ معدوم محض سے جی لگا کر ہلاکت
کے سوا اور کیا مل سکتا ہے۔"

مولوی سید امیر علی نے ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ کا اختیار کیا ہے، اور تفسیر میں لکھتے ہیں:

"علی ابن طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ الصمد کے معنی
وہ سید جو سرداری میں کامل ہو، اور وہ شریف جو شرافت میں کامل ہو، اور
وہ عظیم جو عظمت میں کامل ہو۔ خلاصہ یہ کہ الصمد وہ ہے جو سب صفات میں کامل
ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ بہت لوگ کمال کے معنی نہیں جانتے کیونکہ مسلمانوں میں
بھی دوسری قوموں کی طرح جھوٹی تعریفیں شاعروں کی دروغ گوئی سے شروع
ہو گئیں کہ فلاں مولوی علم میں کامل ہیں اور فلاں حکیم حکمت میں کامل ہیں، یہ
دروغ ہے۔ کمال کے یہ معنی ہیں کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہ ہو اور کسی چیز کی
کسر نہ ہو، یہ شان سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی میں ممکن نہیں، مولوی بے چارہ
تو اپنے سر کے بالوں کی گنتی نہیں جانتا ہے۔"

آگے رقم طراز ہیں:

"حضرت ابن مسعودؓ نے بھی کہا کہ الصمد سید کامل ہے۔ حسن بصریؒ
و قتادہؒ نے کہا کہ الصمد جو اپنی مخلوقات کے بعد باقی ہے۔ مترجم کہتا ہے
کہ یہ بطور مثال ہے کیونکہ دائم باقی بھی صفت کمال ہے تو یہ الوہیت کی صفت
ہے اسی واسطے حسن بصریؒ سے دوسری روایت ہے کہ الصمد کے معنی الحیّ
القیّوم یعنی جو کہ خود ہست ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس کو فنا نہیں
بلکہ فنا کو اس نے پیدا کیا ہے۔ عکرمہؒ نے کہا کہ نہ وہ کسی سے چیز سے پیدا ہوا
اور نہ کھانا کھاتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی مثال ہے کہ اوسکا کمال ہے
کیونکہ جو چیز کسی دوسری چیز سے نکلی تو وہ اس چیز کی محتاج تھی اور جس سے نکلی
وہ بھی ناقص ہے کیونکہ دوسری چیز کا نکلنا ضرور ہوا اور علیٰ ہٰذا القیاس کھانا

احتیاج پر ہے لہذا فرمایا "لم یلد ولم یولد"۔

مولانا حقانیؒ الصمد کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"صمد کے لغت میں دو معنی ہیں: اوّل قصد و ارادہ کرنے کے، اس تقدیر پر صمد بمعنی مصمود ہوگا کس لیے کہ فَعَلٌ بمعنی مفعول زبان عرب میں بکثرت مستعمل ہے۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ وہ ہر ایک کا مقصود ہے، ہر کوئی اس کی طرف قصد کرتا ہے۔ دویم صمد کے معنی ہیں ٹھوس کے کہ اس پر کوئی تغیر نہیں آتا وہ قوی اور مستقل ہے اس تقدیر پر یہ لفظ واجب الوجود کے معنی میں ہے۔"

مولانا مودودیؒ نے اپنی تفسیر میں مادہ ص م د کے مشتقات اور ان کے مختلف و متعدد معانی بیان کرتے ہوئے آخر میں تحریر فرمایا ہے:

"صمد کا لفظ چونکہ مخلوقات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، اس لیے اللہ صمدٌ کہنے کے بجائے اللّٰہ الصمد کہا گیا، جس کے معنی یہ ہیں کہ اصل اور حقیقی صمد اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ مخلوق اگر کسی حیثیت سے صمد ہو بھی تو کسی دوسری حیثیت سے وہ صمد نہیں ہے، کیونکہ وہ فانی ہے لازوال نہیں ہے، قابل تجزیہ و تقسیم ہے، مرکب ہے کسی وقت اس کے اجزا بکھر سکتے ہیں۔ بعض مخلوقات اس کی محتاج ہیں تو بعض کا وہ خود محتاج ہے۔ اس کی سیادت اضافی ہے نہ کہ مطلق، کسی کے مقابلہ میں وہ برتر ہے تو اس کے مقابلے میں کوئی اور برتر ہے، بعض مخلوقات کی بعض حاجات کو وہ پورا کرسکتا ہے مگر سب کی تمام حاجات کو پورا کرنا کسی مخلوق کے بس میں نہیں ہے۔ بخلاف اس کے اللہ تعالیٰ کی صمدیت ہر حیثیت سے کامل ہے، ساری دنیا اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں، دنیا کی ہر چیز اپنے وجود و بقا اور اپنی حاجات و ضروریات کے لیے شعوری طور پر یا غیر شعوری طور پر اسی کی طرف رجوع کرتی ہے اور سب کی تمام حاجات پوری کرنے والا وہی ہے، وہی غیر فانی اور لازوال ہے، رزق دیتا

ہے لیتا نہیں ہے، مفرد[1] ہے، مرکب نہیں ہے کہ قابل تجزیہ و تقسیم ہو، ساری کائنات پر اس کی سیادت قائم ہے اور وہ سب سے برتر ہے، اس لیے وہ محض صمد نہیں بلکہ الصمد ہے۔"

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ لکھتے ہیں:

"(اور مقصودیت اسی کے لیے خاص ہے) صمد وہ ہے کہ سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔"

آگے لکھتے ہیں:

"اس میں تردید آگئی آریہ سماجی شرک کی اور بعض دوسرے جاہلی فرقوں کے اس عقیدہ کی کہ "صانع عالم" روح اور مادہ کا محتاج رہا ہے۔"

فیضی نے سواطع الالہام میں الصمد کی تفسیر میں "المصمود المعمود آمالا و اعمالا لکل ماعداہ وھو المالک الحاکم لما اراد لا مردّ لحکمہ ولا رادّ لامرہ" لکھا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ سورۂ اخلاص میں تحریر فرماتے ہیں:

"والإسم "الصمد" فیہ للسلف اقوال متعددۃ قد یظن أنھا مختلفۃ ولیست کذالک بل کلّھا صواب والمشھور منھا قولان احدھما: ان الصمد ھو الذی لاجوف لہ۔ والثانی: انہ السید الذی یصمد الیہ فی الحوائج۔ والاول ھو قول اکثر السلف من الصحابۃ والتابعین وطائفۃ من اھل اللغۃ، والثانی قول طائفۃ من السلف والخلف وجمھور اللغویین۔"

آگے تحریر فرماتے ہیں:

"وکذالک لفظ الصمد فیہ الجمع والجمع فیہ القوۃ،

---

[1] راقم کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ "مفرد" موزوں نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں مناسب لفظ "فرد" ہے۔ مفرد غیر مرکب ہو بھی تو قابل ترکیب تو ہے، پھر مفرد کے مقابلہ میں تثنیہ اور جمع بھی ہے۔

فان الشيء كلما اجتمع بعضه الى بعض ولم يكن فيه خلل كان اقوى
مما اذا كان فيه خلل ولهذا يقال للمكان الغليظ المرتفع صمد
لقوته وتماسكه واجتماع اجزاءه والرجل الصمد هو السيد
المصمود اى المقصود يقال: قصدت له وقصدت اليه وكذا
هو مصمود ومصمود له واليه۔ والناس انما يقصدون فى حوائجهم
من يقوم بها وانما يقوم بها من يكون فى نفسه مجتمعا قويا
ثابتا وهو السيد الكريم بخلاف من يكون هلوعا جزوعا يتفرق
ويتمزق من كثرة حوائجهم وثقلها۔ فان هذا ليس بسيد صمد
يصمدون اليه فى الحوائج۔"

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ امام فراہیؒ نے علامہ ابن تیمیہؒ کی سورۂ اخلاص کے حاشیہ پر کچھ تعقیبات کی ہیں۔ مندرجہ بالا عبارت کے حاشیہ پر امام فراہیؒ نے تحریر فرمایا ہے:

"لیس کما زعم بل "صمد" بمعنی قصد الیہ
ماخوذ من معنی العلو۔"

علامہ ابن تیمیہؒ آگے چل کر لکھتے ہیں:

"ومن مخلوقاته الملائكة وهم صمد لا يأكلون
ولا يشربون۔"

امام فراہیؒ نے اس کی تعقیب ان الفاظ میں فرمائی:

"تسمية الملائكة بالصمد لم تثبت۔"

راقم آثم کے والد ماجد جناب مولانا سید محمد عبدالغفار ندوی نگرامی مدظلہ نے (جن کی ابتدائی تعلیم مدرسۃ الاصلاح میں ہوئی تھی اور یہ وہ زمانہ تھا جب امام فراہیؒ مدرسہ میں قیام فرمایا کرتے تھے) صمد کے معنی یہ بتلائے کہ "وہ جو سب کا سہارا ہو اور جسے خود کسی سہارے کی ضرورت نہ ہو۔"

مولانا عبدالرشید نعمانی نے لغات القرآن (۴: ۳۸) میں لباب التاویل کے حوالے

سے علامہ خازن بغدادیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے: "اولیٰ یہ ہے کہ صمد کو ان تمام پر محمول کیا جائے کہ جو اس کے متعلق بیان کیے گئے ہیں کیونکہ وہ ہر ایک کا محتمل ہے۔"

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ کے حاشیے میں لکھتے ہیں: "صمد کی تفسیر کئی طرح سے کی گئی ہے۔ طبرانی ان سب کو نقل کر کے فرماتے ہیں (یہ سب معانی صحیح ہیں اور یہ سب ہمارے رب کی صفات ہیں)۔

مولانا تھانویؒ بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں: "منکرین توحید کئی قسم کے ہیں، منکر وجود، منکر کمال صفات، مشرک فی العبادہ۔ ان سب کا ابطال "اللہ احد" میں ہو گیا، مشرک فی الاستعانۃ اس کا ابطال "اللہ الصمد" میں ہو گیا۔

"وہ کسی کا باپ نہیں" کے ضمن میں امام فراہیؒ نے اتمام نبوت، توحید خالص اور شرک سے بحث کی ہے۔ توحید کو داخل فطرت اور شرک کو تقاضائے فطرت کے خلاف ثابت کرتے ہوئے آخری نکتہ یوں بیان فرمایا ہے:

"یہ مسئلہ کہ توحید داخل فطرت ہے اگرچہ ثابت ہو چکا تاہم یہ سوال باقی رہا کہ شرک کہاں سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر شرک جزو فطرت نہیں تو کم سے کم یہ بیماری اس قدر کثیر الوقوع ہے اور اسی کے ساتھ مہلک بھی کہ اس کے اسباب کا دریافت کرنا نہایت ضروری ہے ورنہ اس سے محفوظ رہنا ممکن نہ ہوگا۔ تفصیل کی نہ یہاں ضرورت ہے نہ گنجائش، بطور اصل الاصول کے یہ جاننا کافی ہے کہ شرک کے صرف دو سبب ہیں: غفلت اور دنائت، پہلا عقلی ہے اور دوسرا اخلاقی اور یہ دونوں عدمی ہیں۔"

"شرح ولم یکن لہ کفوا احد" کی سرخی تو ہے لیکن افسوس بیاض خالی رہ گئی اور مرتب کے الفاظ میں "ہمیشہ کے لیے خالی رہ گئی۔"

اس کے بعد امام علیہ الرحمہ نے "نتائج هذا التعليم فى هذه النشأة" کے زیر عنوان مساویانہ حقوق کی اسلامی تعلیمات سے مفصل بحث کی ہے۔ خلاصۂ بحث مندرجہ ذیل چند ابتدائی سطروں ہی میں آ گیا ہے:

"جب وہی ذات پاک سب کا ملجا و مرکز ہے اور تمام عالم کا روئے نیاز

صرف اس کی طرف ہے تو تمام بندگانِ خدا ایک ہی سطح عبودیت پر آگئے، اور ہر ایک قسم کا فرق جس سے بنی آدم ایک دوسرے کے ارباب بن رہے تھے مٹا دیا گیا۔ غلام اور آقا ایک کر دیے گئے، پیغمبر اور عام امت کے حقوق برابر ہو گئے۔"

اس کے بعد "التوحید فی الحقوق" کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں :

" دین جب فطرت انسانی ہے اور انسان نے اپنی بے گانگی کو چھوڑ کر نفس واحد بنا لیا اور اپنی فطرت اولیٰ پر لایا گیا تو ضرور ہوا کہ ان کے لیے ایک ہی عام قانون ہو۔ شریعتِ موسوی میں دیکھو تو صاف معلوم ہوگا کہ لاوی قبیلہ کو خدمت گار دینی بنایا گیا اور بلاشبہ برہمنوں کی طرح ان کے حقوق مقرر کیے گئے اور جو طریقِ عبادت کہ وہاں قائم کیا گیا اس کے لیے ایسے ہی لازم تھا، مگر اسلام نے کوئی فرقہ پجاریوں کا نہ بنایا ہر ایک شخص اپنا آپ کاہن بنا، ایک اللہ اکبر قربانی کے لیے کافی تھا اور مذبح پر خون چھڑکنا اور گوشت اور چربی اور گردوں کو جلانا اور اس قسم کے احکام جو عقل کی گردن میں طوق اور زنجیر تھے اور عبادت الٰہی کے چہرہ پر نقاب ڈال رہے تھے موقوف کر دیے، اور بجائے اس کے کہ آسمان پر دھواں پہونچا کر دل کو تسلی دیں کہ خدا کو ہماری نذر پہونچی، یہ سچا طریق قربانی قرار دیا کہ بندگانِ خدا کو جن کے دل میں بھوک کی آگ جل رہی ہو آسودہ کرو اور ان کی شکر اور دعا کا بخور آسمان کی طرف بھیجو، یہاں ہر دل مذبح قربانی ہے، قربانی کرنے والا اور اس کا کھانے والا دونوں ایک ہیں، اس لیے اس کے کھانے میں دونوں برابر ہیں۔ یہ دعوت الٰہی کا فطری اور حقیقی طریقہ ہے۔ وہ ذات پاک "بے ہمہ" کھانے کا وہاں کیا کام ہے — پھر وہ ذات پاک "باہمہ" بھی ہے بندوں کو کھلایا تو اس کو قربانی پہونچی۔"

اخیر میں سورۂ اخلاص کی "اہمیت" اس طرح بیان فرماتے ہیں :

" مذکورہ بالا بیان کے ضمن میں یہ بات تو معلوم ہو چکی کہ سورہ حقیقی اور

خالص اور کامل توحید کا سبق دیتی ہے، اور یہی دین اور مذہب کی جان ہے، لیکن اس کے اندر ایک عظیم الشان حقیقت بھی مضمر ہے۔ یعنی یہ ایک اکسیر ہے جس سے بدعات مذہبی کی مہلک بیماریوں کا استیصال ہو جاتا ہے، گویا اس سورہ کی تعلیم نے مذہبی گمراہیوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا، اس اجمال کو ذرا تفصیل کی ضرورت ہے۔"

اس مقام پر امام علیہ الرحمہ نے حسب ذیل یادداشت لکھی تھی :

(۱) بدعت بُدھیت (۲) بدعت ہندویت (۳) بدعت یہودیت (۴) بدعت نصرانیت۔ لیکن ان کی تفصیل مذکور نہیں، افسوس کہ یہ حصہ بھی ناتمام رہ گیا۔

کتابیات

۱۔ ترجمہ و تفسیر سورۂ اخلاص ۔ امام فراہیؒ

۲۔ فارسی ترجمۂ قرآن ۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ

۳۔ اردو تراجم : شاہ عبدالقادرؒ، شاہ رفیع الدینؒ، مولانا فتح محمد جالندھریؒ، ڈپٹی نذیر احمدؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا احمد رضا خاں، حضرت شیخ الہندؒ سے حاشیہ، شبیر احمد عثمانیؒ۔

۴۔ ہندی تراجم : خواجہ حسن نظامیؒ، مولانا محمد فاروق خاں، نندکمار اوستھی۔

۵۔ توضیح القرآن ۔ مولانا ابو محمد مصلح ۔

۶۔ فتح المنان معروف بہ تفسیر حقانی ۔ مولانا عبدالحق حقانیؒ

۷۔ مواہب الرحمٰن ۔ مولوی سید امیر علیؒ

۸۔ تفسیر ثنائی ۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

۹۔ بیان القرآن ۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ

۱۰۔ موضح القرآن ۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ

۱۱۔ تفسیر ماجدی۔ مولانا عبدالماجد دریا بادی

۱۲۔ تفہیم القرآن ۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

۱۳۔ تدبر قرآن ۔ مولانا امین احسن اصلاحی
۱۴۔ تذکیر القرآن ۔ مولانا وحید الدین خاں
۱۵۔ سواطع الالہام ۔ ابوالفضل فیضی
۱۶۔ معارف القرآن ۔ مولانا مفتی محمد شفیع رح
۱۷۔ فتاویٰ ابن تیمیہ ۔ (تفسیر سورۂ اخلاص)
۱۸۔ حواشی امام فراہی رح بر تفسیر ابن تیمیہ رح (قلمی)
۱۹۔ لغات القرآن ۔ مولانا عبدالرشید نعمانی
۲۰۔ فرہنگ آصفیہ
۲۱۔ Arabic English Lexicon By Edward William Lane.